ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو

حافظ شیرازی

(دنیائے شعر کا مشترک ورثہ)

Abstract: - *Hafiz Sherazi a renowned poet of Persian language is famous in east as well as in west. He composed a Dewan which is master peace in Persian literature.*

Dewan-e-Hafiz is translated in several European and Eastern languages. Hafiz Sherazi is also recognized as a trend setter in Persian poetry. His language, imagination, diction and simple narration of themes is appreciated by the critics and literary circles the world over. This article contains brief survey of his poetry.

لسان الغیب شمس الدین محمد متخلص بہ حافظ فقط ایران کے شاعر نہیں ہیں۔ آپ مشرق ومغرب کے نامور شاعر ہیں اور اب کسی تعارف کے محتاج بھی نہیں۔

کلاسیکی شعراء کے درمیان بھی حافظ شیرازی کا مرتبہ دنیا میں نمایاں ہے۔ مشرقی شعراء نے حافظ کی غزل گوئی کو تسلیم کیا، متاثر ہوئے، حافظ کے کلام سے مصرعے تضمین کیے اس کے ساتھ ساتھ حافظ کے تراجم کئے۔ یہ بات مشرق کے ادب میں سمجھ میں آنے والی ہے، لیکن مغرب کی مختلف نہج کے افکار اور شعر کے پیش منظر میں حافظ کے تراجم، فقط اعلیٰ اور منفرد کلام ہی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔

حافظ شمس الدین محمد کے والد کا اسم گرامی بہاؤ الدین تھا۔ وہ اصفہان کے قرب و جوار سے آکر شیراز میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہ تجارت میں کامیاب ہوئے۔ شمس الدین (حافظ) تین بیٹوں میں چھوٹے تھے۔ حافظ کے سال ولادت اور سال وفات میں اختلاف بھی ہے، لیکن انسائیکلوپیڈیا کے بموجب 1326ء میں پیدا ہوئے اور 1390ء میں وفات پائی۔ خاندان کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے نانوائی کی دوکان میں ملازم ہوئے۔ محنت ومشقت کرتے بہت دکھ اٹھائے۔ تعلیم کیلئے مدرسہ میں داخل ہوئے اور قرآن مجید حفظ

کیا۔ایک شاعر سے واقفیت ہوئی اور اُس کے زیراثر کلام موزوں کرنا شروع کیا۔ابتداء میں حافظ شیرازی کا کلام سنجیدہ نہیں تھااور ہنسی مذاق کی باتیں اُن کے کلام کا موضوع بن گئیں۔لوگوں کی تفریح کیلئے ہی لکھتے تھے۔ شیراز کے عیش پرست حاکم ابواسحاق نے عیش وطرب اوراس کے ساتھ ساتھ شعروشاعری کی سرپرستی بھی کی، لیکن جب مبارزالدین نے شیراز پرحملہ کیاتو ابواسحاق فرار ہوااور قتل ہوگیا۔حالات بدل گئے۔حافظ بھی بدل گیاجب حافظ کی یہ غزل سامنے آئی تو لوگوں نے محسوس کیا کہ مسخرہ پن سے ایک نیا سنجیدہ اور عظیم شاعر پیدا ہوگیا ہے۔

دوش وقت سحر از غم نجاتم دادند
واندراں ظلمتِ شب آبِ حیاتم دادند

لوگ سمجھے کہ کسی اور سے لکھوا کرلایا ہے،لیکن اب حقیقی خواجہ حافظ شیرازی پیدا ہوگیا تھا۔مشرق کے ساتھ ساتھ مغرب پر بھی چھا گیا۔دیوان حافظ کی تخلیق ادبیات میں ایک اضافہ جانی جانے لگی۔

اگر فقط مشرق دیوان حافظ کی مقبولیت کا مرکز ہوتا تو کوئی بات نہ تھی،مگر افکار کے فرق کے باوجود مغرب نے بھی ادبیات کے اس مرقع کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور حافظ یورپ میں نہ فقط متعارف ہوا بلکہ مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہوئے۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر تھامس ہائیڈ پہلے اسکالر تھے،جنھوں نے دیوان حافظ کا مطالعہ کیا اور ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ لاطینی زبان میں تھا۔ ولیم جونز نے فرانسیسی میں سولہ غزلیات کا ترجمہ کیا۔رچرڈ مون، جنہوں ے فارسی،انگریزی لغت لکھی تھی۔دیوان حافظ کو بے حد سراہا۔ 1897ء میں ایک خاتون ودبل نے 43 خوبصورت غزلیات کاانگریزی میں ترجمہ کیااور بھی تراجم ہوئے۔(۱)

ادھر غیر منقسم ہندوستان تو فارسی شاعری سے متاثر تھا ہی،اردو میں حافظ،رومی،سعدی اور دیگر بڑے شعراء کے تراجم ہوئے۔اصل متن اورترجمہ کے ساتھ دیوان حافظ کے ایڈیشن چھاپے گئے۔(۲)

دیوان حافظ سے منتخب غزلیں سندھی زبان میں بھی ترجمہ ہوئی ہیں۔ یہ اُس ذوق کا حصہ ہیں جو سندھ میں پانچ سوسال سے ادبیات فارسی کا رہا ہے۔اس سلسلہ میں رومی،سعدی اور حافظ کواولیت حاصل رہی۔مثنوی رومی،گلستان اور بوستان کے تو مکمل متن کے تراجم ہوئے۔مگر حافظ کی فقط پچاس غزلیں سندھی میں ترجمہ ہوئیں۔ یہ نثری تراجم ہیں جو میرے استاد پروفیسر علی نواز جتوئی اور عبدالقیوم صائب نے مشترکہ طور پر کیں اورایک ایڈیشن میں شائع کیں اور جناب محمد یعقوب نیاز نے بھی دیوان حافظ کی ہی اولین پچاس غزلوں کا ترجمہ کیا۔ یہ کتب سندھ یونیورسٹی کے نصاب فارسی کا حصہ رہیں۔راقم نے بھی انٹرمیڈیٹ میں یہ ہی کتب پڑھیں۔

تراجم تو ہوئے لیکن ہندوپاک کے شعراء نے دیوان حافظ کا جواثر لیاوہ ایک طویل داستان ہے۔یہ داستان بنسبت سندھی شعر کے ایک رنگین داستان بھی ہے۔اول تو سندھ میں فارسی کے شعراء بھی رہے جن میں جام نظام الدین،قلندر شہباز،علامہ محمد معین ٹھٹھوی،محمد محسن،شیوکرام عطارد،میر حیدرالدین ابوتراب کامل، میر جان اللہ رضوی،غلام علی مداح،میاں محمد سرفراز،میر علی شیر قانع،سید ثابت علی شاہ،سچل سرمست،سید عظیم الدین ٹھٹھوی،غلام علی مائل،میر کرم علی تالپور،صاحبراء آزاد،نواب ولی محمد لغاری،محمد بچل انور،قادر بخش بیدل،مخدوم محمد ابراہیم خلیل،میر علی نواز علوی،مولانا بہاؤالدین بہائی،غلام محمد شاہ گدااور میر عبدالحسین خان سانگی مقبول ہوئے۔ان میں سے چند شعراء نے حافظ کا خوب اثر لیا۔میں فقط تضمین کی چند ایک مثالیں درج کررہا ہوں ورنہ یہ موضوع ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے۔جس میں حافظ شیرازی کے اثر اور دیوان سے تضمین کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

حافظ حامد(1832-1897)نے'' اگرآن ترک شیرازی'' کا مصرع یوں تضمین کیا ہے۔

ڪٿين جي مهر مان محبوب ما ن ڏي نيڻ موچارا
بخالش هندوش بخشم سمر قند و بخارا

دو اور شعراس طرح تضمین کیے ہیں۔

چوين دشنام جي دلبر وٽن سي ويٺ مون ويتر
جواب تلخ مي زيبد لب ،لعل شکر و خارا
گدا جئن ڪر سندي گلرخ مدح حامد تون موچاري
ڪه بر نظم تو افشاند فلک عقد ثريارا .

میر عبدالحسین خان سانگی (1851-1924ء) جو سندھ کے حکمران تالپور خاندان کے چشم و چراغ تھے۔انہوں نے حافظ کے''الا یا ایھاالساقی،''پر یوں تضمین کی ہے۔

پيارج پرت جو پيالو ،الا يا ايها الساقی

اسان جو ملڪ بنگالو ، الا يا ايها الساقی

اب آیئے دیوان حافظ کی طرف جو حافظ شیرازی جیسے نابغۂ روزگار اور عظیم شاعر کی شاعرانہ تخلیق تو ہے ہی، لیکن لوگ اُسے فال نکالنے کا ذریعہ بھی سمجھتے تھے۔اگر چہ دیوان کھولنے پر فال کی تلاش تھی لیکن ایک خوبصورت شعر تو نکلا، ادھر حافظ نے قرعہ فال کی بات یوں کی:

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

دیوان حافظ، غزلوں کا ایک گلشن ہے، لیکن اس میں ترکیب و ترجیع بند و رباعیات کے پھول بھی کھلے ہوئے ہیں۔غزلیہ شاعری بنیادی طور پر عشقیہ جذبات کے اظہار کے لئے مخصوص ہے۔لیکن شعراء نے عشق کے ساتھ ساتھ پند و نصیحت، فلسفیانہ خیالات اور کئی مضامین باندھے ہیں۔حافظ نے بھی یہ راہ اختیار کی ہے۔اُن کی غزل میں گوناگوں مضامین ہیں۔بالفاظ دیگر یہ ایک بحر ذخار ہے۔جس میں غوطہ زن ہو کر خواص طرح طرح کے معانی کے موتی لے آتے ہیں۔

فارسی غزل کے سلسلے میں رومی، عطار، عراقی، سعدی، نظیری، ظہیر، فاریابی اور کئی بڑے شعراء کے

نام آتے ہیں۔حافظ بھی آسمانِ غزل میں ایک چمکتے ستارے کی مانند ہیں۔عشقیہ جذبات کو جوش اور وارفتگی سے غزل میں لاتے ہیں اور اپنی بیتابی اور بیقراری کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

دل میرو دز دستم صاحبدلان خدارا
دردا کے راز پنہاں خواہد شد آشکارا

حافظ کے جنازہ میں کوئی شریک ہو نہ ہو، اُسے جنت کی تمنا ہے، وہ پیر مغاں کی ہدایت کو مقصد زندگانی جانتا ہے۔تصوف کے آداب و اشغال کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ:

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بودز راہ و رسم منزلہا

گل و بلبل کی داستان کو شعراء نے تمثیل و تشبیہ میں بیان کیا ہے۔حافظ بھی بلبل، بیقرار کو نالہ و فریاد کرتے برداشت نہیں کر سکتے وہ بلبل سے دریافت کرتے ہیں کہ وصل کے موسم میں تیرا دگرگوں حال کیوں ہے۔اور جواب بھی ملتا ہے:

گفتمش کہ در عین وصل این نالہ و فریاد چیست؟
گفت مارا جلوۂ معشوق درین کار داشت

تصوف میں یگانگت اور یکجہتی کو بنیادی اہمیت ہے۔اس راہ سے ہی سالک، محبوب حقیقت سے واصل ہو سکتا ہے۔لوگ حقیقت کو چھوڑ کر افسانے کو اہمیت دیتے ہیں۔حافظ فرماتے ہیں۔

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر نہند
چون نہ دید ند حقیقت ، رہ افسانہ زدند

عشق اور حسن کی حدیث کو اہم جانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

بموگاں سیہ کردے ہزاران رخنہ در دینم
بیا کے از چشم بیمارت ہزاران درد بر چینم

حافظ کے کلام میں فلسفہ مسرت کو مرکزی حیثیت ہے۔فرماتے ہیں کہ آؤ اور ساغر و مینہ میں ڈوب کر دنیا کے درد بھلا دیں اور طرح نو کو اختیار کریں۔

بیا تا گل برافشانیم و من در ساغر اندازیم
فلک را سقف بہ شکافیم و طرح نو در اندازیم

بہ این ہمہ رجائیت (Optimism) دیوان حافظ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔وہ مایوس نہیں

رسید مژدہ کے ایام غم نخواہد ماند
چناں نہ ماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند
من از چہ در نظر یار خاکسار شدم
رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند

یعنی خوش خبری ملی ہے کہ غم کا زمانہ نہ رہے گا، خوشی آئے گی، میں اگر یار کی نظروں سے گر گیا تو رقیب بھی محترم نہیں رہے گا۔

واعظ اور ملا کی حقیقت کو پرکھ کر حافظ جان گیا کہ جو کچھ محراب و منبر پر فرماتے ہیں وہ دکھاوا ہے۔ جب خلوت میں جاتے ہیں تو کچھ اور ہی کرتے ہیں:

واعظاں کہ این جلوہ بر محراب و منبر میں کنند
چون بہ خلوت می روند آں کار دیگر میں کنند

زندگی ایک بحر بیکراں ہے انسان کی حالت ایسی ہے، جیسے گرداب میں ہو۔اس پر جو گذرتی ہے، اُسے وہی جانتا ہے جو گرداب میں ہے اُس کی حالت کا اندازہ ساحل پر سکون سے بیٹھے ہوئے لوگ نہیں جانتے

اس صورتحال کو حافظ یوں بیان کرتے ہیں:

شبِ تاریک بیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحل ھا

غزلیات میں کئی رنگ ہیں۔دیوان حافظ میں اُکتانے والی یکسانیت نہیں ہے۔ہر شعر ہر غزل نئی سے نئی ہے۔چھ سو سال سے زائد عرصہ گذرنے کے باوجود ہر لفظ ہر خیال نیا لگتا ہے۔حافظ راہ عشق کی دشوار گذار وادیوں کے دکھ بیان کرتے ہیں اندازِ بیاں بھی نیا نیا ہے

درد عشقے کشیدہ ام کے مپرس
ذہر ہجرے چشیدہ ام کے مپرس
ہمچو حافظ غریب در رہِ عشق
بمقامے رسیدہ ام کے مپرس

فرماتے ہیں کہ ہجر کوئی بری کیفیت نہیں ہے۔دکھ میں سکھ سمایا ہوا ہے۔ہجر میں وصال سمایا ہوا ہے اور ظلمت میں نور۔اُس لئے غمِ ہجراں کی شکایت مت کرو :

حافظ شکایت غم ہجراں چہ من کن
در ہجر وصال باشد و در ظلمت نور

زندگی کا دور خواہشوں کا دور ہے انسان کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔بقول غالب کے ''ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے'' حافظ یہ بات ایک پر جوش انداز میں بیان کرتے ہیں۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یاتن رسد بجاناں یا جان زتن برآید
جان بربست و حسرت در دل کے از لبانش
نگرفتہ ہیچ کامی جان از بدن برآید

طلبِ جام تو حافظ کا پسندیدہ موضوع ہے۔ مزے لے لے کر انھوں نے اس موضوع پر غزلیں لکھیں۔

دل کی بات مانتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

سال ہا دل طلب جام جم از ما میکرد
و انچہ خود داشت زبیگانے تمنا میکرد

گوہری کہ از صدف کون و مکان بیرون است
طلب از گم شدگان لب دریا میکرد

حافظ کلاسیکی شعراء میں بلند مقام رکھتا ہے۔ نہ فقط یہ بلکہ بڑے بڑے شعراء پر اثر انداز بھی ہوا ہے۔ آخر میں کلام اقبال پر اثر ونفوذ کی ایک مثال پیش کرر ہاہوں، حافظ نے کہا:

اے فروغِ ماہ حُسن از روئے رخشانِ شما
آب روئے خوبی از چاہ زخندانِ شما

اقبال نے اس زمین اور ردیف وقافیہ میں لکھا:

چون چراغِ لالہ سُوزم در خیابانِ شما
اے جوانانِ عجم جانِ من و جانِ شما

حوالہ جات:

۱۔ غزلیات زیبائی حافظ۔ یوسف جمشیدی پور، کتاب فروش فروغی

۲۔ میرے دادا رئیس حیدر خان جونیجو نے ''دیوان حافظ'' کا ایک ایڈیشن 1908ء میں خریدا تھا، جواب میرے زیرِ مطالعہ ہے۔ یہ ایڈیشن مطبع فاروقی دہلی نے شائع کیا ہے۔ یہ ایڈیشن بالکل محفوظ حالت میں ہے۔ دادا جان نے زائد کاغذ شامل کر کے اُن پر تاریخ ہائے ولادت و وفات، چند شعر اور دیگر معلومات درج کی تھیں۔ اپنی چند غزلیں بھی لکھ دی تھیں۔

☆☆☆